اجماعِ اُمت اور قانون سازی میں اس کی حیثیت

از طیّب شاہین لودھی

اجماع اسلامی قانون کے ماخذوں میں تیسرا اہم ماخذ ہے۔ اصول فقہ کے ماہرین نے ان الفاظ میں اجماع کی تعریف کی ہے:۔

ھو اتفاق مجتھدی امۃِ محمدٍ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعدَ وفاتِہ فی عصرٍ من الاعصارِ علی امرٍ من الامور[۱]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانے میں کسی مسئلے پر اُمت مسلمہ کے مجتہدین کے اتفاق کو اجماع کہا جاتا ہے۔

بعض اہل علم نے اجماع کی تعریف میں انقراضِ عصر کی قید بڑھائی ہے۔ یعنی مجتہد کی موت کے بعد اس کی رائے کو اجماع میں معتبر سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس کی زندگی تک اس کی اپنی رائے سے رجوع کر لینے کا امکان بہرحال موجود رہتا ہے۔ لیکن اکثر فقہا انقراضِ عصر کی شرط کو تسلیم نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اگرچہ شوریٰ کا وجود تھا اور آپؐ کو حکم بھی تھا کہ آپؐ صحابہ کرام کو شریک مشورہ کریں، تاہم آپ کسی مجلس کے فیصلے کے شرعاً پابند نہ تھے۔ کیونکہ وحی کی موجودگی میں کسی قانون ساز ادارے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ خلافتِ راشدہ کے عصر میں ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی مجلس شوریٰ کے اجماعی فیصلے ملتے ہیں۔ جب بھی کوئی

۱؎ ارشاد الفحول ۔ للشوکانی ۔ طبع مصطفیٰ البابی ۱۹۳۷ء ۔ ص ۷۱ ۔

نیا مسئلہ درپیش ہوتا جس کی نظیر قرآن وسنت میں نہ ملتی تو یہ مسئلہ غور وفکر کے لیے مجلس شوریٰ میں پیش ہوتا۔ چنانچہ امام دارمیؒ اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:۔

"مسیّب بن رافع فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش ہوتا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت موجود نہ ہوتی تو تمام صحابہؓ اکٹھے ہوکر کوئی متفقہ فیصلہ کرلیتے جو رائے وہ اختیار کرتے وہ حق ہوتی۔"[1]

امام دارمیؒ نقل کرتے ہیں:۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو وہ کتاب اللہ میں غور کرتے۔ اگر کتاب اللہ میں اس کا کوئی حل مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر کتاب اللہ میں اس کا کوئی حل نہ ملتا اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر آپ کے سامنے سنت میں سے کوئی نظیر موجود نہ ہوتی تو آپ باہر تشریف لاتے اور مسلمانوں سے پوچھتے کہ میرے سامنے فلاں فلاں جھگڑا پیش ہوا ہے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کسی کے علم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے جھگڑے میں کوئی فیصلہ کیا ہو؟ بسا اوقات مسلمان اکٹھے ہوکر کہتے کہ ہاں انہیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے "الحمد للہ! ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ہمارے رسول کی سنت کو محفوظ رکھا ہے"۔ اگر سنت میں کوئی نظیر نہ ملتی تو آپ سرکردہ اور چیدہ چیدہ لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ لیتے جس رائے پر وہ متفق ہو جاتے تو آپ اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔"[2]

امام دارمیؒ نے اسی معنی میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے[3]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین بھی اپنے زمانہ خلافت میں اسی طریق کار

---

[1] سنن دارمی۔ طبع مدینہ منورہ۔ ۱۹۶۶ء ص ۶۷

[2] سنن دارمی ج ۱ - ص ۵۳ [3] ایضاً ص ۵۴

کی پیروی کرتے رہے۔ اس قسم کے فیصلوں کو بعد کے ہر زمانے کے فقہاء نے حجت تسلیم کیا ہے۔

اجماع کی حجیت کے دلائل اب ہم قرآن وسنت کے وہ دلائل بیان کرتے ہیں جن سے علماء نے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔[1]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے برپا کی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کی "خیریت" کی خبر دی ہے اور ساتھ ہی اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ امت من حیث المجموع "معروف" کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔ امت جس امر کو معروف کہتی ہے وہی حقیقۃً معروف ہے اور جس کو منکر سمجھتی ہے وہ حقیقۃً منکر ہے۔ لہٰذا امت کے اجماعی فیصلے حق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا۔[2]

اور اس طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے "امتِ وسط" ہونے کی اطلاع دی ہے۔ ہر شئی کا وسط اس کا بہترین حصّہ ہوتا ہے۔ اگر امت کسی امرِ محظور پر ایکا کرے تو وہ "امتِ وسط" کی صفت سے متصف ہونے کی اہل نہیں ہو سکتی۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ امتِ وسط محظورات پر ایکا نہیں کر سکتی تو یہ حقیقت اس بات کی موجب ہے کہ من حیث المجموع امتِ مسلمہ کا قول حجت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ

اور جو کوئی راہِ راست واضح ہو چکنے

---

[1] آلِ عمران - ۱۱۰ [2] البقرۃ - ۱۴۳

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ [1]	کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو ہم اسے اسی راہ پر ڈال دیں گے۔ جس راہ پر وہ چلتا ہے اور آسے ہم جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں استدلال کا پہلو یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مخالف راستے پر چلنے اور رسول کی مخالفت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔ اگر مسلمانوں کی مخالفت جائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے مخالفتِ رسول کے ساتھ جمع نہ کرتا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ایسی رائے اور ایسے فتوے کی پیروی کرنا جائز نہیں جو مسلمانوں کی متفقہ رائے کے خلاف ہو۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔	میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے گا اور وہ لوگ حق پر ہوں گے۔

امام ابن حزمؒ نے اسی حدیث کو امام مسلمؒ سے اپنی سند کیساتھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

لَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرَةً عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ۔ [2]	میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور ان سے علیحدہ ہونے والا ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے

---

[1] النساء۔ ۱۱۵

[2] المحلیٰ لابن حزمؒ۔ طبع منیریہ مصر ۱۳۴۷ھ ج ۱۔ ص ۵۴

اس حدیث میں استدلال کا پہلو بالکل واضح ہے کہ کسی بھی زمانے میں تمام امتِ مسلمہ ایک لمحے کے لئے بھی کسی گمراہی پہ ایکا نہیں کر سکتی۔

امام ترمذی جناب عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) عَلٰى ضَلَالَةٍ يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ اِلَى النَّارِ [۱]	میری امت یا فرمایا امتِ محمدیہ گمراہی پر کبھی اکٹھی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جہنم میں جا پڑا۔

امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ [۲]	اللہ تعالیٰ کی تائید جماعت کے ساتھ ہے

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امتِ مسلمہ گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی اور امت کے اجماع کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے۔ نیز جو مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو کر کسی دوسرے راستے کی پیروی کرتا وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔

امام ابو داؤد حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ [۳]	جو مسلمانوں کی جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار پھینکا۔

---

[۱] جامع الترمذی مع شرحہ تحفۃ الاحوذی طبع بیروت ج ۳ ص ۲۰۷۔

[۲] تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صـ ۲۰۸

[۳] جمع الفوائد ج ۱ ص ۵۵۸ بحوالہ ابو داؤد

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "الرسالۃ" میں مندرجہ ذیل احادیث سے اجماعِ امت کی حجیت پر استدلال کیا ہے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا۔

نضّر الله عبدًا سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأدّاها۔ فربّ حامل فقهٍ غير فقيهٍ وربّ حامل فقهٍ الى من هو أفقه منه۔ ثلاثٌ لا يغلّ عليهم قلبُ مسلمٍ؛ اخلاصُ العمل لله۔ والنصيحة للمسلمين ولزومُ جماعتهم۔ فانّ دعوتهم تحيط من ورائهم۔ [1]	اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو تازہ رو رکھے جس نے میری بات کو سنا۔ اس کو یاد کیا اس کو محفوظ رکھا اور پھر اس کو (اسی طرح) ادا کر دیا۔ بہت سے حامل فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں، اور بہت سے حامل فقہ (اس کو) اپنے سے زیادہ فقیہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاصِ عمل، مسلمانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ ان کی دعا ان کا پیچھے سے احاطہ کئے ہوئے ہے (یعنی وہ انہیں گمراہی اور شیطان کی چالوں سے محفوظ رکھتی ہے۔)

عبداللہ بن سلیمان بن یسار اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جابیہ کے مقام پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قام فينا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اسی طرح کھڑے ہوئے جس طرح

---

[1] کتاب الرسالۃ بتحقیق احمد محمد شاکر، فقرہ ۱۴۰۳، امام دارمی نے اسے جناب ابو الدرداءؓ سے بھی روایت کیا ہے ج ۱، ص ۶۶

كمقامي فيكم فقال
أكرموا أصحابي ثم
الذين يلونهم ثم
الذين يلونهم ثم
يظهر الكذب حتى
ان رجل يحلف ولا
يستحلف ويشهد
ولا يستشهد ۔ الا
من سرّه بحبوحة
الجنة فيلزم الجماعة
فان الشيطان مع الفذ وهو من
الاثنين ابعد [1]

میں آپ کے درمیان کھڑا ہوں اور فرمایا
میرے صحابہ کی عزت و تکریم کرو۔ پھر
ان لوگوں کی جو ان کے بعد آنے والے
ہیں۔ پھر ان لوگوں کی جو ان کے بعد آئیں
گے۔ پھر جھوٹ کا دور دورہ ہوگا۔ یہاں
تک کہ ایک آدمی حلف اٹھائے گا حالانکہ
اس سے حلف اٹھانے کے لئے نہ کہا جائے
گا۔ ایک آدمی (جھوٹی) گواہی دے گا
حالانکہ اسے گواہی کے لئے نہ بلایا گیا ہو
گا۔ جسے جنت کی نعمت اور آرام پسند ہے
اسے چاہیئے کہ وہ جماعت کے ساتھ
رہے۔ کیونکہ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان
ہوتا ہے اور وہ دو افراد سے دُور تر
ہوتا ہے۔

جب مناظر امام شافعی سے لزوم جماعت کا معنی پوچھتا ہے تو جناب امام نہایت خوبصورت طریقے سے اجماع کی حجیت پر استدلال کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"جب مسلمانوں کی جماعت مختلف شہروں میں پھیلی ہوئی ہو تو کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ بدنی لحاظ سے مسلمانوں کی تمام جماعت کے ساتھ رہ سکے۔ کبھی کبھار یوں بھی ہوتا ہے کہ مسلمان اور کافر، اہل تقویٰ اور فاجر لوگ اکٹھے رہتے ہیں۔ اس طرح بدنی لحاظ سے تمام مسلمانوں کے اکٹھے رہنے کا کوئی معنی نہیں کیونکہ یہ ممکن بھی نہیں اور چونکہ اجتماعِ ابدان سے لزوم کا کوئی معنی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے بدنی لحاظ سے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا لزوم جماعت کا

---

[1] الرسالۃ الشافعی رح فقرہ ۱۳۱۵

معنی نہیں دیتا۔ لہٰذا لزومِ جماعت کا اب اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں کہ تحریم و تحلیل اور اطاعت کے جن اصولوں پر مسلمانوں کی جماعت کار بند ہے ان کو لازم پکڑے۔

جو شخص جماعتِ مسلمین کی متفقہ رائے کے ساتھ اتفاق کرتا ہے وہ درحقیقت لزوم جماعت ہی کا التزام کرتا ہے، اور جو جماعت کے متفق علیہ امر کی مخالفت کرتا ہے وہ درحقیقت مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کرتا ہے جس کے ساتھ رہنے کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے میں تو خطاء کا پہلو ہو سکتا ہے لیکن کتاب و سنت کا مفہوم و معنی متعین کرنے یا قیاس میں پوری جماعت غفلت اور غلط کا شکار نہیں ہو سکتی۔[1]

خبر متواتر اور اجماع میں معنوی مماثلت خبر متواتر کے تواتر اور اجماع میں معنوی مماثلت پائی جاتی ہے۔ خبرِ متواتر کی حجیت کی بنیاد اس اصول پر ہوتی ہے کہ راویوں کے ایک جمِ غفیر کا کسی جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہے۔ اسی طرح جب امت کے تمام مجتہدین قرآن و سنت کی کسی تعبیر، کسی حکم کی علت کے استنباط یا کسی مصلحتِ عامہ کے وجود پر اتفاق کر لیتے ہیں تو اس خطاء کو مبنی بر خطا ہونا اہل منطق کے استخراج کے مطابق عقلاً خواہ ممکن ہو لیکن شرعاً اور عادۃً محال ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ نے صحابہ کرام کے اجماعِ قطعی کو خبرِ متواتر کے مساوی قرار دیا ہے۔

فقہائے امت کی آراء جمہور ائمہ مسلمین اجماع کو حجت تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ اس کی تفصیلات میں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ، بعض خوارج، اور معتزلہ میں سے نظام اجماع کو حجت نہیں مانتے۔

علمائے احناف کی تصریحات کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اجماع اپنی تمام اقسام کے ساتھ حجت ہے۔ بعض علماء نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح قرآن و سنت کی نصوص کے بعد اہل کوفہ کے تعامل کو بھی حجت مانتے تھے۔[2] لیکن علامہ ابن تیمیہ رح

---

[1] کتاب الرسالۃ۔ فقرہ نمبر ۱۳۱۹، ۱۳۲۰

[2] ابوحنیفہ رح۔ مصنفہ پروفیسر ابوزہرہ مرحوم۔ ترجمہ رئیس احمد جعفری مرحوم۔ ص ۵۱۰

نے ان روایات کو غلط قرار دیا ہے[1]۔ مالکیہ کے برعکس اجماع کے متعلق علمائے احناف کے عمومی تعامل سے بھی ان روایت کی تکذیب ہوتی ہے۔ حنفیہ اپنے اصولوں میں اہل کوفہ کے تعامل کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ صحابہ کرام کے اجماع کو حجت تسلیم کرتے تھے۔

جب ہم موطا امام مالک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ ائمہ اسلام میں سے سب سے زیادہ اجماع سے اعتناء کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے موطا میں بار بار ان الفاظ میں مدینہ کے اہل علم کے اجتماعی مسلک کا ذکر کیا ہے۔ ھذا ادرکت علیہ اھل العلم ببلدنا[2] کبھی فرماتے ہیں: "الامر مجتمع علیہ عندنا"[3] کبھی اہل مدینہ کے اتفاق کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ وھذا الامر الذی لا اختلاف فیہ[4] کبھی یہ الفاظ ہوتے ہیں۔ والذی لم یزل علیہ اھل العلم ببلدنا[5] کبھی ان الفاظ میں اہل علم کے اجماع کی طرف اشارہ کرتے ہیں لم یزل ذلک من امر الناس عندنا[6] اور کبھی پیرایہ یہ ہوتا ہے کہ وھذا الامر الذی کانت علیہ الجماعۃ ببلدنا[7] یہ ہیں وہ الفاظ جو امام مالکؒ بار بار استعمال کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرعیات میں اپنے شہر کے اہل علم کے اجماع کو حجت مانتے ہیں۔ تمام امت کا اجماع تو بدرجہ اولی حجت ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک اجماع دراصل اہلِ مدینہ ہی کا اجماع ہے۔ ان کے اصحاب نے اس مسئلہ کو جس طرح بیان کیا ہے۔

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ، طبع سعودی۔ ج ۲۰۔ ص ۳۰۰۔

[2] اسی مسلک پر میں نے اپنے شہر میں اہلِ علم کو پایا ہے۔

[3] ہمارے ہاں یہ مسئلہ متفقہ علیہ ہے۔

[4] یہ ہے وہ مسلک جس پر ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔

[5] ہمارے شہر کے اہلِ علم ہمیشہ سے اسی مسلک پر چلے آرہے ہیں۔

[6] ہمارے ہاں ہمیشہ سے لوگوں کی یہی رائے ہے۔

[7] یہ ہے وہ رائے جس پر ہمارے شہر کے علماء کی جماعت کاربند ہے۔

اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک اہلِ مدینہ کے اجماع سے صرف وہی اجماع مراد ہے جو قرونِ ثلاثہ مفضّلہ میں منعقد ہوا ہو۔ ورنہ بعد کے زمانوں کے اجماعِ اہلِ مدینہ کو خود مالک بھی حجت تسلیم نہیں کرتے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اجماع کو قانون سازی کے اہم ماخذ کے طور پر تسلیم کیا ہے بلکہ وہ پہلے اہلِ علم ہیں جنہوں نے اصولِ فقہ کی اپنی مشہور کتاب میں اسے مستقل طور پر تسلیم کر کے اس کی حجیّت کے دلائل پیش کئے ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ اکثر ایسے مسائل جن پر علماء اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں، استقراء کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انعقادِ اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ صرف صحابۂ کرامؓ کے اجماع کے انعقاد کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بعد کے زمانے کے علماء کے اجماع کو ممکن العلم قرار نہیں دیتے۔ اہلِ علم نے جناب امام کے قول مَنِ ادّعیٰ وجوب الاجماعِ فھُوَ کاذبٌ کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ علامہ ابو مسلم اصفہانیؒ صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اجماع کو مختلف قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اجماع کی اطلاع ہونا ممکن نہیں، لیکن صحابہ کرام کی قلتِ تعداد کی بنا پر جہاں کہیں ان کا اجماع منعقد ہوگا (اس کی اطلاع ہو جائے گی) اب اسلام کے پھیلنے کے بعد علماء کی کثرت کی بنا پر انعقادِ اجماع کے متعلق معلوم کرنا ممکن نہیں۔ امام احمد کی یہی رائے ہے، حالانکہ جنابِ امام کا زمانہ عہدِ صحابہ سے بہت قریب تھا جناب امام بے پناہ قوت حافظہ کے مالک اور امورِ نقلیہ پر کثیر الاطلاع تھے ایک انصاف پسند شخص جانتا ہے کہ اسے صرف اسی اجماع کی خبر ہے جس کے متعلق اسے کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ ان سے سماع کے بغیر اجماع کے انعقاد کی اطلاع کا حصول ممکن نہیں۔ یا اہلِ تواتر کی نقل کے ذریعے بھی انعقادِ اجماع کی اطلاع ہونا عصر صحابہ کے سوا ممکن نہیں"۔[1]

---

[1] ارشاد الفحول، للشوکانی ص ۷۳۔

بعض علماء نے امام احمدؒ کا مذہب نقل کیا ہے کہ کثرت رائے سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے اور اس اصول پر اصحاب امام احمدؒ نے تفریعات بھی کی ہیں۔ امام غزالیؒ نے بھی یہی کہا ہے۔ قلیت کے اختلاف کے باوجود کثرت رائے سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔ علامہ آمدیؒ نے امام ابن جریرؒ سے بھی یہی رائے نقل کی ہے[۱]۔ حنفیہ میں سے ابوبکر رازیؒ اور شمس الائمہ سرخسیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں۔ ہماری رائے میں اگر کسی مسئلے میں ایک مجتہد بھی اختلاف رائے کا اظہار کرتا ہے تو اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ نہ یہ کثرت رائے حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی اور ضلالت پر عدم اجتماع کی شہادت پوری اُمت کے لیے دی ہے۔ اختلاف کی صورت میں ممکن ہے حق و صواب اختلافِ رائے کرنے والے مجتہد کے ساتھ ہو۔

اجماع کے مسلک میں امام احمدؒ، امام شافعیؒ کی پیروی کرتے ہیں۔ جہاں تک عصر صحابہ کے بعد انعقادِ اجماع کے امکانِ علم سے ان کے انکار کا تعلق ہے تو اس کے لیے اُن کے پاس ٹھوس وجوہات ہیں جن میں سے بعض ہم علامہ ابو مسلم اصفہانی کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں۔ دراصل خلافتِ راشدہ کے دَور میں شوریٰ ایک منظم ادارے کی صورت میں اپنی پوری فعالیت کے ساتھ موجود تھی۔ صحابہ کرام میں سے اصحاب اجتہاد بھی معروف اور چند مقامات پر مجتمع تھے۔ پھر جیسا کہ ہم سابقہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں کہ خلفائے راشدین نئے پیش آنے والے مسائل میں قرآن و سنّت کی رہنمائی کی عدم موجودگی کی صورت میں مجلس شوریٰ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ صحابہؓ کرام جب کسی متفقہ فیصلے پر پہنچ جاتے تو اس فیصلے کی اطلاع سب کو ہو جایا کرتی تھی اور یہ اجتماعی فیصلہ اجماع کی صورت اختیار کر جایا کرتا تھا۔ دُور افتادہ دیار و امصار کے گورنر اور قاضی حضرات بھی ان اجماعی فیصلوں کی پیروی کرنے کے پابند ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ خود اپنے قاضیوں کو اس کی پیروی کا حکم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے قاضی شُریح کو لکھا:-

۱۔ ارشاد الفحول للشوکانی - ص ۸۹ -

اِقضِ بِمَا فِی کتاب الله	کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو، اگر کتاب
فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیمَا فِی	اللہ میں (کوئی حکم) نہ پاؤ تو سنت کے
سنة رسولِ اللهِ فان	مطابق فیصلہ کرو، اگر سنت میں بھی کوئی
لم تجد فیما قضی	حکم نہ پاؤ۔ تو اپنے سے پہلے صالح لوگوں
الصالحون قبلك و	کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرو، ایک
فی روایة فیما اجمع	روایت میں آتا ہے کہ جس پر مسلمانوں کا
علیه المسلمون [1]	اجماع ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔

اسی اثر کو امام دارمیؒ نے قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ فَانْظُرْ مَا اجْتَمَعَ علیه الناس فَخُذْ به [2]

خلفائے راشدین کے مقدس دور کے بعد جب خلافت کا ادارہ عملی طور پر ملوکیت میں تبدیل ہو گیا اور حکمرانوں کے جبر و استبداد کی وجہ سے شوریٰ اپنے وجود کے باوجود اپنی افادیت کھو بیٹھی اور اہلِ علم اقتدار سے دور ہٹ گئے تو شوریٰ پر سے عوام کا اعتماد بالکل اٹھ گیا درحقیقت حکمران بھی بقول علامہ اقبالؒ یہی چاہتے تھے کہ علماء انفرادی طور پر تو اجتہاد کرتے رہیں، مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ایسا منظم ادارہ موجود ہو جو ان کے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتا ہو۔ اس لئے بعد میں آنے والے خلفاء اجماعی فیصلے کرنے کے مقام پر نہ تھے۔ اس لئے ان کے فیصلوں کو کبھی بھی اجماعی حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔ اگرچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء اور گورنر بعض خاص مسائل میں استفتاء کی صورت میں علماء کو سوالنامے بھیجا کرتے تھے۔ علماء کا جواب موصول ہونے پر ان کے فتویٰ کی روشنی میں کوئی لائحہ عمل اختیار کرنے کی کوشش کرتے۔ امام ابو عُبید قاسم بن سلّام نے اسی قسم کا ایک سوالنامہ اپنی مشہور تصنیف "کتاب الاموال" میں نقل کیا ہے جو عبدالملک بن صالح والی قبرص نے

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہؒ۔ ج ۱۹/ص ۲۰۱

[2] سنن الدارمیؒ۔ ج ۱/ص ۵۵۔

کسی مسئلہ پر بعض فقہا کو بھیجا تھا، جن میں لیث بن سعدؒ، مالک بن انسؒ، سفیان بن عیینہؒ، موسیٰ بن اعینؒ، اسمٰعیل بن عیاشؒ، یحییٰ بن حمزہؒ، ابو اسحاق فزاریؒ اور مخلد بن حسین کے اسمائے گرامی کا ذکر آیا ہے[۱] بایں ہمہ قانون سازی کا کوئی منظم ادارہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس پورے دور میں اجماع کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

تمام ممالک اسلامیہ میں قانون سازی کا کام فقہائے متبوعین کی فقہ اور قاضی حضرات کے فیصلوں اور فتووں کی بنیاد پر چلتا تھا۔ اگرچہ قاضی حضرات سابقہ فیصلوں سے کبھی کبھار استناد کر لیتے تھے۔ تاہم وہ ان فیصلوں کی نظیر کے پابند نہ تھے۔ لہٰذا مشرق سے مغرب تک پھیلی اسلامی مملکت میں رسل و رسائل اور ابلاغ عامہ کے انتہائی ناقص انتظامات کے ہوتے ہوئے بکھرے ہوئے اہل علم کا کسی خاص مسئلہ میں کسی اجتماعی فیصلے پر پہنچنا ایک محال امر تھا۔ عباسیوں کے دور انحطاط میں جب خلافت اسلامیہ مختلف خود مختار سلطنتوں میں بٹ گئی تو انعقادِ اجماع بالکل ہی ناممکن ہو گیا۔ ورنہ اجماع کی حجیت فی نفسہٖ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک متنازع فیہ نہیں۔

امام داؤد بن علی ظاہری اور علامہ ابن حزمؒ رحمۃ اللہ علیہما صرف صحابہ کے اجماع کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزمؒ ان الفاظ میں اجماع کی تعریف کرتے ہیں۔

والاجماع هو ما تيقن ان جميع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عرفوه وقالوا به ولم يختلف منهم احد[۲]	اجماع یہ ہے کہ اس امر کا یقین ہو جائے کہ تمام صحابہ کرام کو اس مسئلے کا علم تھا انہوں نے اسی کے مطابق رائے کا اظہار کیا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا۔

---

[۱] کتاب الاموال، لابی عبید قاسم بن سلام۔ اردو ترجمہ طبع ادارہ تحقیقاتِ اسلامی ج ۱ ص ۳۲۲ امام ابو عبیدؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہیں ان فقہا کے خطوط جو انہوں نے اس استفتاء کے جواب میں لکھے تھے، عبد الملک کے دفتر سے ملے ہیں اور انہوں نے خود ان کا مطالعہ کیا ہے۔

[۲] المحلیٰ، لابن حزم بتحقیق احمد محمد شاکر طبع منیریہ۔ ج ۱ ص ۵۴۔

امام داؤد ظاہریؒ اور امام ابن حزمؒ صرف ان امور میں صحابہ کرام کا اجماع تسلیم کرتے ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کئے ہوں۔ چونکہ وہ قیاس اور تعلیلِ احکام کے قائل نہیں۔ اس لئے وہ ان امور میں اجماع کو تسلیم نہیں کرتے جن کو کسی اصولِ نص پر قیاس کر کے استنباط کیا گیا ہو۔ ان کی رائے میں صرف وہی اجماع قابلِ اعتبار ہے جو کسی نص پر مبنی ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع بلاخوف حجت ہے۔ البتہ قاضی عبدالوہاب مالکیؒ بعض اہل بدعت سے نقل کرتے ہیں کہ اجماعِ صحابہ حجت نہیں۔ ظاہر یہ جیسا کہ سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ صرف صحابہ کرامؓ کے اجماع کو ہی اجماع تسلیم کرتے ہیں۔ اجماع صحابہ کی مخالفت کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ جنابِ امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کسی چیز پر متفق ہو جاتے ہیں تو ہم سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ البتہ علامہ اقبالؒ رحمتہ اللہ علیہ نے "امر واقعی" اور "امر قانونی" پر اجماع صحابہؓ میں امتیاز کرتے ہوئے علامہ ابو الحسن کرخیؒ جو مذہب حنفی کے ائمہ تخریج میں شمار ہوتے ہیں کے حوالے سے لکھا ہے۔

"لہٰذا ہم کرخی کی سند پہ یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ اس صورت میں (یعنی امرِ قانونی میں) صحابہ کرامؓ کا اجماع ہمارے لئے حجت نہیں۔ کرخی کہتا ہے۔ صحابہؓ کا طریق انہیں باتوں میں حجت ہے جن میں قیاس سے کام نہیں چلتا جن معاملات میں قیاس سے کام لیا جاتا ہے۔ ان میں ہم اسے حجت نہیں ٹھہرائیں گے"۔ [۱]

علامہ مرحوم کی محولہ بالا عبارت اور اس کے سیاق و سباق سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ اجتہادی امور میں صحابہ کرامؓ کے اجماع کی حجیت کو تسلیم نہیں کرتے اور اپنے مؤقف کی تائید کے لئے علامہ کرخی کی سند لاتے ہیں۔ لیکن ہماری معلومات کی حد تک علامہ صاحب نے اجماعِ صحابہؓ کے بارے میں علامہ ابو الحسن کرخی کا جو مسلک نقل کیا ہے اس کو کرخی کی طرف

---

[۱] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔ ترجمہ سید نذیر نیازی۔ طبع بزم اقبال ۱۹۵۸ء۔ ص ۲۷۰

منسوب کرنا صحیح نہیں۔ تمام علمائے احناف اجماعِ صحابہؓ کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ فخر الاسلام علامہ بزدوی رحمہ نے تو اجماع کے سلسلے میں یہاں تک لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضیؓ کا اجماع (جو یقینی طور پر معلوم ہو) حجیت میں کتاب اللہ اور خبر متواتر کے مساوی ہے گویا اجماع صحابہ رضؓ اپنی قطعیت میں خبرِ واحد پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ علامہ صاحب نے کرخیؒ کی جس رائے سے سندلی ہے وہ دراصل صحابہ کے اجماع کے بارے میں نہیں بلکہ قول صحابہ کی حجیت کے ضمن میں آتی ہے۔ چنانچہ علامہ نسفی رحمہ اصول فقہ کے اپنے مشہور رسالہ "المنار" میں رقمطراز ہیں:

تقليدُ الصحابي واجبٌ يُترَك به القياس وقال الكرخي لا يجب تقليده الا فيما لا يُدرَك بالقياس ـ وقال الشافعي لا يقلَّد احدٌ منهم وقد اتفق عمل اصحابنا بالتقليد فيما لا يعقل بالقياس ـ	قول صحابی کی پیروی واجب ہے، اس کے مقابلے میں قیاس کو ترک کر دیا جائے گا کرخی کہتے ہیں کہ صحابی کے قول کی صرف ان معاملات میں تقلید کی جائے گی جن کا ہم قیاس کے ذریعے ادراک نہیں کر سکتے امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کی تقلید نہیں کی جائے گی ہمارے اصحاب نے ان امور میں بالاتفاق صحابی کی تقلید پر عمل کیا ہے جنہیں قیاس کے ذریعے عقل کی گرفت میں نہیں لایا جا سکتا[1]

نیز پروفیسر ابوزہرہ رحمہ نے بھی قولِ صحابی کی حجیت کے ضمن میں امام ابوحنیفہ رحمہ کے مسلک کی تحقیق میں علامہ کرخی رحمہ کی وہی رائے بیان کی ہے جو "نور الانوار" کے حوالے سے بیان کر آئے ہیں۔ ہم نہیں جانتے ہیں علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کرخی رحمہ کا جو حوالہ دیا ہے اس کا ماخذ کیا ہے۔

(باقی)

---

[1] امام ابوحنیفہ رحمہ مصنفہ ابوزہرہ رحمہ اردو ترجمہ سید رئیس احمد جعفری رحمہ ص ۵۰۴ ص ۵۰۵